جنگِ آزادی کے دو جلیل القدر مجاہد

جناب خان غازی کابلی

ہندوستان کی جنگ آزادی کے دو جلیل القدر مگر گمنام مجاہد ـــــــ مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی ـــــــ اور حافظ محمد عثمان علیگڈھی ـــــــ خدا کو پیارے ہو گئے یعنی "دار الفساد" (دنیائے فانی) سے "عدم آباد" کوچ کر گئے ـ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ـــــــ یہ دونوں جلیل القدر مجاہد ـ "غازی" کے صرف شناسا ہی نہیں تھے ـ بلکہ کاروانِ آزادی کے مخلص اور فداکار ساتھی بھی تھے ـ اس لئے دونوں مجاہدین کی جدائی کی خبر سن کر اور پڑھکر "غازی" کو بے حد صدمہ ہوا ہے ـ لیکن کیا کیا جائے اور کیا کہا جائے کہ ؎

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے ، باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی صوبہ سرحد میں ریاست "سوات" کے باشندے تھے ـ اور اس نسبت سے "سواتی" کہلاتے تھے ـــــــ اس خطۂ ارضی (سوات) کا نام آریوں کے ایک قدیم قبیلے اور دریائے (سوات) کی نسبت سے ہی "سوات" پڑا ہے "بِرِّ اعظم" کے "نازی" آریوں نے بھی "سوات" کی نسبت سے ہی اپنا نام "سواستکا" رکھا تھا ـــــــ "سوات" کا ہندوستان کی آزادی کی تحریکوں سے بھی بہت ہی گہرا

تعلق رہا ہے۔ اور سید احمد شہید بریلوی اور ان کے مجاہدوں کا بھی یہ خطہ عرصۂ دراز تک گہوارہ رہ چکا ہے۔ جس کے مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی ایک نہایت ہی اہم اور آخری کڑی تھے ــــ جس زمانے میں ہندوستان کے پُرجوش نوجوان جذبۂ حریت سے سرشار ہو کر کثرت کے ساتھ افغانستان (کابل) جایا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی افغانستان بھی گئے تھے لیکن پھر اس خیال سے واپس لوٹے تھے کہ ــــ "ہندوستان کی آزادی کی جنگ ہندوستان کے میدانوں میں ہی لڑنی چاہئے" چنانچہ جب ہندوستان آئے تو متعدد مرتبہ گرفتار ہوئے۔ قید و بند کی مشقتیں اور مصیبتیں بخندہ پیشانی برداشت کیں ــــ مولانا حکیم کا کوئی بھی کام صلہ و معاوضہ پانے اور دنیاوی مفاد کے حصول کے لئے نہ تھا بلکہ ان کا ہر کام "عاشقانہ" ہی ہوا کرتا تھا چنانچہ ان کا کمالِ "علم و فضل" بھی اور "دار و رسن" سے کھیلنا بھی ۔ دونوں ہی "عشق" پر مبنی تھے۔ اسی لئے ہمیشہ تنگ دست اور پریشان حال رہتے تھے۔ بقول میر ؎

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

اس عشق و فن کی بدولت کئی مرتبہ اجڑے برباد ہوئے اور پھر آباد ہوئے۔ مگر نہ اپنی تباہیوں اور بربادیوں کا کبھی شکوہ کیا ــــ نہ ہی آبادیوں اور عزت افزائیوں پر کبھی مغرور ہوئے۔ ہمیشہ حسرت کے اس شعر کو جھوم جھوم کر پڑھتے اور اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ ؎

یہ کار تھے باصفا ہو گئے ہم ترے عشق میں کیا سے کیا ہو گئے ہم

غازی نے دورانِ قیام دہلی ایک دن ان سے کہا کہ آپ افغانوں کے "حسرت موہانی" ہیں۔ اس لحاظ سے اگر آپ کو "حسرت افغانی" کہکر پکارا جائے تو اس نام کو کیا آپ پسند فرمائیں گے؟ ہنس کر فرمانے لگے "مادرِ ہند" نے ایک ہی "حسرت" پیدا کیا ہے اور وہ مولانا "حسرت موہانی" ہیں۔ کوئی دوسرا "طرفہ تماشہ" حسرت نہ پیدا ہوا ہے اور نہ ہی

آئنہ کوئی ہوگا ؎

یک طرفہ تماشہ ہے "حسرت" کی طبیعت بھی
ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی

غالباً یہ بات ۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء ماہ اگست کی ہے کہ ایک دن علی الصبح مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی اپنے ایک شہزادے کے ہمراہ کوچہ رحمان تشریف لائے اور گلی میں کھڑے ہو کر صدا لگائی ـــ "خان غازی کابلی ہیں یا نہیں ؟ ـــ" غازی نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی کھڑے ہیں ـ فوراً ان کی صدا کے جواب میں عرض کیا ـــ "مولانا ! " میں گھر میں موجود ہوں اور ابھی حاضر ہوتا ہوں ـــ انھوں نے افغانی لہجے اور زبان میں بلند آواز سے چلانا شروع کیا ـ

"کافرہ اِندرا کوز شہ

یعنی اے کافر جلدی نیچے اتر آؤ ـ

یاد رہے کہ افغانی زبان (پشتو) میں کافر کا لفظ "بہادر" اور "محبوب شخصیت" کے لیے استعمال ہوا کرتا ہے ـ اردو کے ایک شاعر نے بھی کہا ہے کہ ؎

اُف تیری کافر جوانی جوش پہ آئی ہوئی
ہر ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی

اسی طرح حضرت امیر خسرو افغانی ثم دہلوی نے بھی "کافر" کا لفظ اپنی ایک فارسی غزل میں یوں باندھا ہے ـ

کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست
ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

گویا محبت کی زبان ہی بالکل نرالی ہوتی ہے اور اس کی گالی میں بھی پیار چھپا ہوا ہوتا ہے ـ بلبلِ ہندوستان نواب فصیح الملک حضرت داغ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

اے داغ بُرا مان نہ تو اسکے کہے کا
معشوق کی گالی سے تو عزت نہیں جاتی

مختصر یہ کہ چونکہ مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی نے شوق و محبت کی شراب سے سرمست ہو کر غازی کو کافر کہکر بلایا تھا۔ اس لئے غازی نے اس گالی نما لفظ میں قند و نبات کا سا مزہ اور لطف محسوس کیا۔

مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی بے حد ہی "باغ و بہار" شخصیت تھے چونکہ جب "غازی" ان کے ہمراہ جامع مسجد اردو بازار کی جانب رواں دواں ہوئے، تو انہوں نے راستے میں بھی اپنی گفتگو کی "بسم اللہ" لفظ کافر سے کی۔ انہوں نے دریافت کیا "اے کافر! آپ نے اتنا نام کیونکر پیدا کیا ہے۔ میں جب بھی "امبور" میں آپ کا نام اخبارات میں پڑھتا ہوں تو رشک کرتا ہوں"

غازی نے عرض کیا ــــ "برسوں تک "بدھو" بن کر گاندھی کی "آندھی" میں مشتِ خاک کی طرح اڑانے کے بعد جب میر جعفر زٹلی کا یہ شعر نظر سے گذرا"

جعفر جو کوئے یار میں یوں بھیڑ بھاڑ ہے
تو بھی گھسڑ پھسڑ کہ گھسیرم گھساڑ ہے

تو نام پیدا کرنے کا جذبہ دل میں موجزن ہوا۔ شہرت و ناموری کے کوچے کی بھیڑ بھاڑ میں گھسیرم گھساڑ ہو کر نام پیدا کیا اور احرار، خدائی خدمت گار اور ہندوستان کی آزادی کے ہر مورچے پر اپنی شہرت کے پرچم خود ہی آگے بڑھ کر لہرائے کیونکہ کوئی کسی کو لفٹ نہیں دیا کرتا یہ کام خود ہی کرنا پڑتا ہے۔

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہلِ دل ہم وہ نہیں ہیں جن کو زمانہ بنا گیا

اس طرح کی دلچسپ باتیں کرتے کرتے جب ہم اردو بازار پہنچے تو خدا جانے ان کے دل میں کیا خیال چٹکیاں لینے لگا کہ کھڑے ہو گئے۔ اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد یوں گویا ہوئے۔

"میں کسی عظیم الشان جلسہ کے اسٹیج پر آپ کی تقریر سننا چاہتا ہوں"

اس پر غازی نے عرض کیا ـــــ اچھا تو پھر مجھے اجازت دیجئے اور آپ تیاری شروع کر دیجئے کیوں کہ آج ۵ بجے شام کانسٹی ٹیوشن کلب نئی دہلی میں میری صدارت میں جلسہ ہونے والا ہے افغان سفیر جنرل محمد عمر خان لطی اس میں جلوہ گر ہونگے اور میں ٹھیک چار بجے بعد دوپہر آکر آپ کو اردو بازار سے اپنے ہمراہ لے چلوں گا اور آپ وہاں میری تقریر اسٹیج پر بیٹھکر سماعت فرمائیں گے۔ چنانچہ جب میں ٹھیک چار بجے درگاہ عزیزیہ اسعد باتار پہنچا تو مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی مع اپنے شہزادے کے ندارد تھے۔ سجدگاہ والوں سے دریافت کیا، جواب ملا کہ وہ تو نئی دہلی خان غازی کابلی کی تقریر سننے گئے ہیں۔ اس جواب کے بعد جب کانسٹی ٹیوشن کلب پہنچا تو مولانا حکیم اپنے شہزادے کے ساتھ کرسیوں پر براجمان نظر آئے۔ دریافت کیا کہ آپ نے میرا انتظار کیوں نہیں کیا؟ معصومانہ مسکراہٹ کے ساتھ فرمانے لگے

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب

مولانا حفیظ الرحمان القمری نے اپنے مختصر مضمون میں لکھا ہے کہ مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی کو مولانا آزاد سے بڑی گہری عقیدت تھی لیکن غازی سے جو ان کی گفتگو ہوئی تھی اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا حکیم صاحب کو مولانا آزاد سے عقیدت نہیں بلکہ عشق تھا اور یہ بات اس لئے صحیح ہے کہ جب وہ کسی سے مولانا آزاد کی برائی سن لیتے تھے تو بقول غالب ع کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا" کے تحت ان کا دماغی توازن بگڑ جاتا تھا۔

ایک دن یونہی مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی نے غازی سے دریافت کیا۔ آپ مشاہیر میں سے کن کن سے متاثر ہیں؟ غازی نے عرض کیا۔

(۱) خان عبدالغفار کی خدمت و ہمت (۲)۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت۔ (۳)۔ مولانا ظہر علی اظہر اور حسرت موہانی کے بے باکی حق گوئی اور جرأت (۴)۔ مولانا

سید حسین احمد مدنی کے تقوے۔ اور ابوالکلام آزاد کے علم وفضل اور انداز نگارش نے متاثر کیا ہے۔ اس پر مولانا حکیم سواتی نے فرمایا کہ مجھے مولانا آزاد سے یک گونہ عشق ہے۔ اسلئے ان کے ذکر کے ساتھ کسی اور کے ذکر کے سننے کی مجھ میں تاب نہیں ہے۔ غازی نے عرض کیا کہ آپ کا یہ عشق تو اس قسم کا ہے جس کے متعلق شاعر نے کہا ہے ع۔ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا۔ اس پر مولانا حکیم صاحب اتنے بگڑے کہ مرنے مارنے کو تیار ہو گئے اور میرے لئے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ اور آخر میں "شاندار پسپائی" کا اعلان کر کے ان کی خدمت میں مولانا اختر شیرانی کا شعر پیش کیا کہ ؎

اس لئے تجھکو میں ناراض کیا کرتا ہوں

کہ مجھے تیرے منانے میں مزہ آتا ہے۔

اس پر مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی کا چہرہ مسکرا کر پھول کی طرح کھل اٹھا۔

مولانا حفیظ الرحمٰن العمری نے اپنے مضمون میں یہ انکشاف کیا ہے کہ مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی نے مولانا غلام رسول مہر کی تالیف سید احمد شہید پر ۳۶ صفحات پر مشتمل تبصرہ سپرد قلم کیا تھا جس میں مہر صاحب کی غلط معلومات اور غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے تصحیح کی گئی تھی اور مہر صاحب اس کی پہلی ہی قسط دیکھکر تڑپ اُٹھے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے العمری صاحب کو ایک خط بھی لکھا تھا۔

اسی طرح مولانا غلام رسول مہر کی تالیف سید احمد شہید کے سلسلہ میں غازی سے دوران قیام دہلی میں مولانا حکیم فضل الرحمٰن نے فرمایا تھا کہ

"مہر صاحب کی تمام کتاب سید عبدالجبار صاحب آف ستھانہ اور ایسے لوگوں کی معلومات سے پُر اور عبارت ہے جن کا سید احمد شہید کی تحریک اور "مجاہدین" سے دور کا تعلق بھی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ سید عبدالجبار صاحب آف ستھانہ۔۔۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت احمدیہ" سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جب سوات اور ستھانہ کے لوگوں پر ان کی